علامہ محمد اقبال کا فلسفہ انقلاب

شہزادی ممتاز

Abstract:

Allama Iqbal is a well known philospher and poet of east.Allama Iqbal is very important with refrence to the history of indo-Pakistan.. Allama Iqbal convey the message of Allah . This article has analysed Iqbal ideology. His different points of thoughts. A critical review has been presented in this article about their philosophy of revolution.

اقوام کا عروج وزوال شخصیات کا مرہون منت رہا ہے۔جس قوم کے حکمران خدمت کے جذبے سے سرشار،انصاف پسند،معاشرے کی فلاح کے لیے مصروف اوراہل فکر دانش کی بیداری کے لیے کوشاں ہوں،وہ قوم دنیا میں سورج بن کر چمکتی ہے۔نااہل حکمران قوم کے زوال کا باعث بنتے ہیں۔جب کوئی قوم زوال کا شکار ہو تو اُسے پھر عروج کی منازل طے کرنے کے لیے ایک ایسی تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے اس قوم کے ہر طبقے کے فکروعمل کے پیمانے بدل جائیں۔ہرفرد اپنی ذمہ داری کو پوری دیانت داری کے ساتھ سرانجام دے۔اسی تبدیلی کا نام انقلاب ہے۔

انقلاب کے لغوی معنی ''فیروز اللغات'' میں ہیں کہ:

''انقلاب ا۔تغیر وتبدیل ۲۔بنیادی تبدیلی۔حکومت کی تبدیلی جو عوامی طاقت کے ذریعے عمل میں لائی گئی ہو۔''(۱)

ڈاکٹر جمیل جالبی انقلاب کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''کسی بھی سائنسی/عملی،سماجی/معاشرتی یا صنعتی نظام سے انقلابی تبدیلی''(۲)

ماضی کے جھروکوں میں جھانک کے دیکھیں تو یہ آشکار ہوتا ہے کہ تاریخ میں وقوع پذیر ہونے والے انقلابات بنیادی طور پر دو طرح کے رہے ہیں:

(۱)جب کسی غیر معمولی شخصیت نے قیادت سنبھال کر اس کے نظام فکروعمل میں انقلاب پیدا کر دیا۔

(۲)جب کسی قوم کے حالات اس قدر سنگین ہو گئے کہ ازخود قوم نے کسی غیر معمولی قیادت کے بغیر انقلابی جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔

انقلاب روس اور انقلاب ایران میں اقوام نے لینن اور امام خمینی کی زیر قیادت انقلابی جدوجہد کی۔اس

کے برعکس انقلاب فرانس میں فرانسیسی قوم کسی غیر معمولی قیادت کے بغیر از خود ملک کے حالات سے تنگ آ کر انقلاب پر آمادہ ہوگئی تھی۔ تاریخ میں وہی انقلاب مثبت تبدیلی پیدا کر سکے جو کسی قیادت کے زیر اثر اوراس کی کوششوں کے نتیجے میں بپا ہوئے۔انقلاب فرانس دس سال سخت خانہ جنگی کی لپیٹ میں رہا۔اس خانہ جنگی کا خاتمہ اس وقت ہوا جب فرانسیسی قوم کو نپولین بونا پارٹ جیسی قدآ ور قیادت میسر آئی۔

دنیا میں اب تک جو بڑے بڑے انقلابات آئے جنھوں نے نہ صرف ظلم کے خلاف آواز بلند کی بلکہ اپنی منزل کو بھی پایا۔اُن میں انقلاب ابراہیمی، انقلاب موسویؑ، زرتشی انقلاب، انقلاب گوتم بدھ، انقلاب یونان، انقلاب سقراط، مصطفویؐ انقلاب، انقلاب حضرت امام حسین، انقلاب انگلستان، صنعتی انقلاب، انقلاب فرانس، تحریک آزادی ہند شامل ہیں۔ان انقلابات کے پس پردہ ایسی شخصیات ہوتی ہیں جو اپنے افکار وعمل سے معاشرے میں تبدیلی لاتی ہیں۔عملی اورفکری سطح پر خوداعتمادی پیدا کرتی ہیں۔ان نور کے میناروں کے احوال وکوائف اورافکار کا تحفظ تصنیف وتحقیق کے میدان میں ایک شیوہ قدیم ہے۔

زندہ قومیں اپنے اکابر کے احوال وکوائف کو محفوظ کرلیا کرتی ہیں تاکہ آنے والی نسلوں پر وہ راہیں روشن رہ سکیں۔خصوصاً مسلمانوں کے ہاں اس تاریخی روایت کا سلسلہ بہت دور تک پہنچتا ہے۔

یہ ادبی روایت ہے کہ بڑی شخصیات کا مطالعہ، ایک خطے میں رہنے والوں کی مختلف زبانوں کا مطالعہ اور ادباء وشعراء کا باہمی موازنہ وغیرہ یہ فکر کی نئی راہیں کھولتا ہے۔اِس طرح کے مطالعہ سے ادب میں تحرک پیدا ہوتا ہے۔ ادب جمود کا شکار نہیں ہوتا تحقیق کے اس میدان میں اس طرح کے موضوعات پر کام ہوا ہے مثلاً رومی اور اقبالؒ، غالب، ورڈزورتھ اور مجید امجد کی شاعری وغیرہ۔

ادب میں اس طرح کے موضوعات سے سوچ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔علم کے نئے در کھلتے ہیں۔

ڈاکٹر علامہ اقبال ہماری تاریخ کی اہم شخصیت ہیں۔ان کی بین الاقوامی حیثیت سے قطع نظر، ہم اہل پاکستان کے لیے ان کی شخصیت، افکار اور تعلیمات کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم جس خطہ ارض میں سانس لے رہے ہیں اس کی آزادی وخودمختاری کا خواب ان کی نگاہ دوررس پر اترا تھا۔یوں اہل پاکستان کے لیے خاص طور پر ان کے احوال وکوائف، افکار اور فلسفہ انقلاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

علامہ اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق کشمیر کے برہمن خاندان سے تھا۔آپ کے والد کا نام شیخ نور محمد اور والدہ کا نام امام بی بی تھا۔دونوں دیندار تھے۔ ابتدائی تعلیم سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے حاصل کی۔ یہاں انھیں سید مولوی میر حسن جیسے استاد سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔قدرت نے انھیں صوفی باپ اور عالم استاد مولوی میر حسن عطا کیے جس سے ان کا دل اور عقل یکسو ہوگئے۔آپ ایف۔اے کرنے کے بعد لاہور آ گئے۔ یہاں گورنمنٹ کالج سے بی۔اے اور ایم۔اے کیا۔ یہاں پروفیسر ڈبلیو آرنلڈ سے فیض اٹھانے کا موقع ملا۔

آپ نے لنکنز اِن سے بیرسٹری اور میونخ یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۰۸ء میں وطن واپس آ کر کچھ عرصہ اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے لیکن آپ نے بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنایا۔ اس دوران شعروشاعری اور سیاسی تحریکوں میں بھرپور انداز میں حصہ لیا۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں الہٰ آباد میں مسلم لیگ کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے دوقومی نظریہ پیش کیا۔ آپ مولانا روم کو اپنا روحانی استاد مانتے ہیں۔ آپ نے ۲۱اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔

علامہ اقبال اپنے والدگرامی کے حوالے سے ایک خواب بیان کرتے ہیں۔

''ایک رات میرے والد نے خواب میں دیکھا کہ ایک سفید کبوتر بہت اونچا اڑ رہا ہے اور پھر اڑتے اڑتے دفعتاً ان کی جھولی میں آ گرا۔ یہ خواب میری پیدائش سے کچھ دن پہلے کا ہے۔'' (۳)

علامہ اقبال اپنے زمانے کے علوم وفنون پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسلامی علوم وحکمت میں انھیں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ اقبال کے علم وفضل کا صحیح اندازہ ان کے خطبات سے ہوتا ہے جوانہوں نے مدراس یونیورسٹی میں انگریزی زبان میں دیے تھے۔ اِن خطبات کا اُردو ترجمہ ''اسلامی الٰہیات کی جدید تشکیل'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ وہ ایسے عالم کے خواہاں ہیں جو وجدانی اور روحانی سرچشموں سے سیراب ہو۔

علامہ اقبال مولانا کے کلام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ مولانا رومیؒ کو اپنا مرشد خیال کرتے ہیں۔ مولانا رومؒ کے اکثر رموز کو علامہ اقبال نے کھول کر اپنے کلام میں بھی بیان کیا۔

''علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اس بات کا عندیہ دیا ہے کہ ''علاج آتش رومیؒ کے سوز میں ہے ترا'' کبھی علامہ اقبالؒ یہاں تک فرماتے ہیں ''ہر کجا من کجا برد آنجا برو'' یعنی رومی تمھیں جدھر بھی لے جائے، ادھر ہی جاؤ اور ایک لمحہ بھی اس کی صحبت معنوی کے بغیر نہ گزرے اور آپ نے فرمایا حیات رومیؒ حیات افروز ہے اور آپ کا فیض سربستہ رازوں کو کھولتا ہے۔'' علامہ اقبال خود کو رومیؒ کے شعلوں کی ایک چنگاری تصور کرتے ہیں۔ مرشد رومی کاروان عشق ومستی کے امیر ہیں، ان کا سینہ نور قرآن سے روشن ہے۔ آپ کے اندر خاک کو اکسیر کرنے کی طاقت ہے۔ آپ کی جلائی ہوئی شمع نے مجھ پروانے پر حملہ کیا۔ ان کی بانسری نے میرے بدن میں ایک شور برپا کر دیا ......مولانا رومی کا قول ہے کہ صلاح الدین ایوبی کی تلوار (یعنی کوشش پیہم) اور حضرت بایزید بسطامیؒ جیسی نگاہ ہو تو دونوں جہانوں کی کلید ہاتھ آتی ہے۔ آپ کی مراد ہے کہ ذکر وفکر کا اختلاط یعنی ایک ہاتھ میں دنیا کے کام پر جدوجہد اور دوسرے ہاتھ میں افکار دین کی کنجی ہو تو کامیابی قدم چومتی ہے۔''(۴)

مولانا رومیؒ کی مثنوی میں ہمیں قرآن کی آیات، احادیث کا ذکر، انسانی زندگی میں عملی طور پر عشق پر عمل کر کے زندگی کو خوبصورت بنانے، خوشگوار زندگی کے لیے رہبر شریعت کی ضرورت اور فلسفہ خودی کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ان ہی افکار کو شعر کی لڑی میں پرو دیا۔ اس لیے ڈاکٹر سید عبداللہ نے فکر اقبال کے ماخذ کے طور پر رومی کو سنگ بنیاد کی حیثیت دی ہے۔ مولانا رومی کو انھوں نے پیر حق، پیر رومی کی صفات کے ساتھ یاد کیا ہے۔

گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

اقبال کے افکار میں خودی اور خودشناسی کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک ممکنات ذات سے آ گہی اور ان کے ارتقاء اور ظہور کی راہ میں مزاحم قوتوں پر کامیابی، فرد اور قوم کی منزل ہے۔ اس لیے وہ کائنات اور زندگی کو حرکی اور ارتقاء پذیر سمجھتے تھے۔ وہ تسخیر فطرت و کائنات کو تخلیق آدم کا مقصد گردانتے ہیں۔ اس کی تسخیر کا وسیلہ عشق کو قرار دیتے ہیں جو درحقیقت دانش نورانی ہے اور یہی حوالہ انہیں دائمی طور پر مولانا جلال الدین رومی کی فکر سے وابستہ رکھتا ہے۔ اقبال ان ہی کے تصور عشق، وجدان اور بصیرت سے اثر قبول کرتے ہیں۔

ہم خوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار
اک بحر پُر آشوب و پُراسرار ہے رومیؔ!
تو بھی ہے اس قافلہ شوق میں اقبالؔ!
جس قافلہ شوق کا سالار ہے رومیؔ
کہتے ہیں چراغ رہ احرار ہے رومیؔ

اقبال مزید لکھتے ہیں:

علاج، آتش رومی کے سوز میں ہے تیرا
تری خِرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

چنانچہ فلسفہ خودی ہو یا فلسفہ خیر وشر، نظری ارتقاء ہو یا فلسفہ تقدیر، ہر پہلو سے اقبال پر رومی کی قدآور شخصیت کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

اسی بے پناہ لگاؤ کے وجہ سے اقبال نے ہر مجموعہ کلام میں مولانا رومی کا ذکر عقیدت اور محبت سے کیا ہے۔ ''بالِ جبریل'' میں ''پیرومرید'' کے عنوان سے ایک نظم ملتی ہے۔ اس میں آپ نے دور حاضر کے مسلمانوں کو حقائق سے آگاہ کیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے تمام مسائل پیش کر کے مولانا رومی سے ان کا حل دریافت کی ہے۔

رومی کے پیغام کی اہمیت کو ''ضرب کلیم'' میں پیش کیا ہے اقبال نے ''رومی'' عنوان کے تحت اس نظم میں مثنوی رومی کی اہمیت اور ان کے تصور عشق پر زور دیا ہے۔

اقبال نے ''خطاب بہ جاوید'' میں مسلمان نوجوان کو مرشد رومی کی اتباع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔اقبال نے ''پیام مشرق'' میں رومی کے عشق کو بوعلی سینا کے فلسفہ پر ترجیح دی ہے۔

ترک ارباب علم نے اقبال کی مولانا رومؒ سے واردات عشق کے جذبے کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا رومی کے قبر کے پہلو بہ پہلو اقبال اور فارسی شاعر نفعی کے علامتی مزار نصب کر کے ثابت کیا کہ مولانا رومی کے مریدین کس مقام کے اہل ہیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری مولانا رومؒ اور علامہ اقبال کے فکر و نظریات سے بہت متاثر ہوئے۔آپ کی تحریر و تقریر میں ان کے فکری پہلو نمایاں ہیں۔آپ نے ۲۰۱۸ء کے شہر اعتکاف میں دس روز ''مثنوی مولانا روم'' کے حوالے سے ان کے فکری پہلو مثلاً تصوف، طریقت، زہد و تقوی، عقائد و نظریات کو دلائل کے ساتھ اور مثالوں سے واضح کیا ہے۔ارادت، محبت اور ریاضت تینوں چیزوں کو جوڑا جاتا ہے تب دل کے زنگ اترتے ہیں اور روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کے فلسفہ انقلاب کا اہم ماخذ قرآن اور سنت کا اتباع ہے۔علامہ اقبال کے افکار میں پہلی چیز جو نظر آتی ہے وہ ہے عشق۔ جب تک انسان میں اللہ تعالی کی ذات اور حضرت محمدؐ سے عشق کی شمع روشن نہ ہو۔اس وقت تک انسان خودی کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک انسان کی روح متاثر نہ ہو اس کے جسم میں رقص و سرود کی مستی پیدا نہیں ہوسکتی۔ جب انسان میں اس طرح کا عشق پیدا ہوجاتا ہے کہ عاشق اللہ تعالی کے علاوہ ہر چیز کو جلا دینے کے قابل ہو تو پھر دنیا کی روکاٹیں اور مشکلات اُن کی راہ میں حائل نہیں ہوتیں۔آپ نے مثنوی ''اسرار خودی'' میں انسان کی خودشناسی کو زندگی کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔''کلیات اقبال''(۵) میں بھی خودی کے حوالے سے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔

''اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد
تیری خودی سے ہے روشن ترا حریم وجود
حیات کیا ہے؟ اس کا سرور و سوز ثبات

خودی کو علامہ اقبال کے افکار کا مرکزی دائرہ سمجھ کر ان کے دیگر تصورات کو اسی کے سیاق و سباق میں دیکھا جاسکتا ہے۔ان کے انسان، عقل و عشق زبان و مکان، بے خودی، فقر، مرد مومن، وجود شہود، جمالیات، تعلیم و تربیت کے حوالے سے سامنے آنے والے فکری زاویے ان کے تصور خودی کے تابع ہیں۔ان کا فکری نظام اور طریق کار دونوں پر خودی کے اثرات نمایاں ہیں۔

انہوں نے اپنی فکر کو جس کے تابع کیا ہے۔اس میں اللہ تعالی کی حاکمیت کا ادراک موجود تھا۔اقبال

تصوف، اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ وموازنہ کرتے ہیں۔مشرقی واسلامی تہذیب وثقافت خصوصاً روحانیت، اخلاق،محبت، حیااور پاکیزگی کوسراہتے ہیں۔اقبال مسلمانوں کے بےعملی، کاہلی، اندھی تقلیداور مادہ پرستی کے خلاف ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔وہ اُن کی زمانہ شناسی اور سائنسی وعملی ترقیوں سے دوری کوبھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ان کی فکر میں انسانی اخوت اور محبت کی ہم آہنگی نمایاں ہے۔انھوں نے اخلاقی وسماجی برائیوں کو بے نقاب کیا ہے۔وہ تعصب،نسل پرستی اور فرقہ واریت سے انحراف کا درس دیتے ہیں۔

اقبال نے قرآن کواپنی فکر کا ماخذ بتا کر خودی کے ذریعے انسانیت سے پیار کرنے والی فکراور باہمی میل جول کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور پیش کیا ہے۔آپ نے مسلمانوں کوخواب غفلت سے بیدار کیا۔ان کے اندر انقلابی جذبہ اُجاگر کیا تا کہ وہ اپنا الگ وطن حاصل کرسکیں۔ان کی فکر کی عمارت قرآن وسنت کے زریں اصولوں، اتحاد بین المسلمین، مردمومن، مردکامل،عظمت انسان اور جذبہ ملت پراستوار ہےانھوں نے قوم کوعلم اور معاشیات کے جدید تصورات سے بھی آگاہ کیا۔

علامہ اقبال کی فکر کا ایک اہم پہلومسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب کی نشاندہی کرنا ہے۔اسلام کے نزدیک تاریخ کا فلسفہ حصول عبرت وہدایت ہے۔جب بھی کوئی قوم اپنے اصل مقاصد کوبھول کرعیش وعشرت کا شکار ہوجاتی ہےتو پھرتباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔روم، روس اور جرمنی وغیرہ عصر حاضر میں ہی تباہ و برباد ہوئیں اورالگ ریاستوں میں بٹ گئیں۔مسلم امہ اس سلسلے کی ایک عبرتناک مثال ہے۔کوئی عمارت بغیرمستحکم بنیاد کے قائم نہیں رہ سکتی۔امت مسلمہ کی بنیادقرآن وسنت ہےلیکن مسلمانوں نے اللہ اور رسولؐ کی اس رسی کو چھوڑ دیا تو پاتال کے گھٹا گھوپ اندھیروں میں جا گرے۔انھوں نے قوموں کے عروج میں شعور مقصدیت کو بہت اہمیت دی ہے۔

قرآن میں سابقہ انبیاء کے واقعات رقم کیے گئے ہیں۔جن کا مقصد لوگوں کو برائیوں کے انجام سے واقف کرنا اوراُن سے سبق سیکھ کرراہ ہدایت اختیار کرنا ہے۔آپ کے نزدیک مسلمانوں کا عروج وزوال جوقرآن و سنت کے قانون سے متصل ہے۔اس کے لیے دواہم اصولوں پرعمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

1۔اصول نشونما 2۔اصول جہاد

علامہ اقبال کے فلسفہ انقلاب کا اہم پہلومسلمانوں کواپنے شاندار ماضی سے آشنا کرنا ہے تا کہ وہ جدوجہد کرکے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکیں۔ان کے اشعار مسلمانوں میں انقلابی روح کو بیدار کرتے ہیں اور ناامید نہیں ہونے دیتے۔''خطاب بہ جوانان اسلام''(۶) میں کہتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ اقبال نے مسلمانوں کو معاشرے کی برائیوں سے آگاہ کیا۔مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی ، نہ افغانی

علامہ اقبال نے معاشرے کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے اپنی شاعری کے ذریعے انقلاب پیدا کیا۔قرآن وسنت کے ذریعے ان کی روح کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔مسلمانوں کے شاندار ماضی کو پیش کیا۔لوگوں میں امید کی شمع کو روشن کیا۔اہل یورپ کی برائیوں سے آگاہ کیا۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اقبال کی شاعری کی میں کم وبیش اِس نوع کے خیالات ملتے ہیں۔آپ ملت اسلامیہ کو عالمگیر اسلامی اخوت واتحاد کے لیے بیدار کرتے ہیں۔اقبال اسلامی دنیا کی توجہ اس جانب دلاتے ہیں کہ ان کی بقا اور نجات کا راستہ صرف اور صرف ان کے باہمی اتحاد سے ہوکر گزرتا ہے۔اقبال کے فلسفہ انقلاب کا ایک اہم پہلو اسلامی اقدار کا احیاء ہے۔وہ انسان کی عظمت کو اطاعت خدا کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

اقبال کے فلسفہ انقلاب میں مندرجہ ذیل نظریات نمایاں ہیں مثلاً مغربی تہذیب کی مخالفت، آزادی اور غلامی کے بارے میں تصور، فلسفیانہ افکار، توحید، رسالت، فطرت، حرکت، عقل اور عشق، فقر، عظمت انسان کا تصور، انسانی مساوات، خودی، اخلاقی بالیدگی، اخوت ومحبت کا پرچار، خودی اور مرد مومن وغیرہ۔

علامہ اقبال کے کلام میں بانگ درا کی نظم ’ہمالہ‘ سے لیکر مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق کی نظم ’’مرد حر‘‘ تک آزادی کی بے پناہ تڑپ نظر آتی ہے۔اس کے تضاد کے طور پر انہوں نے اپنے ہر مجموعہ کلام میں غلامی سے

پیدا ہونے والے مسائل اور خرابیوں کا تذکرہ کیا ہے۔کلام اقبال میں جگہ جگہ واقعہ کربلا کے حوالے سے حضرت امام حسین کی قربانی کو آزادی اور حریت کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔اقبال عہد حاضر کے مسلمانوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ رسم شبیری کو تازہ کریں۔

علامہ اقبال نے مشرقی فکر میں ایک انقلاب کو جنم دیا۔انہوں نے مشرقی اور مذہبی اور روحانی اقدار کے دائروں میں رہتے ہوئے بیسویں صدی کے نئے صنعتی، میکانکی اور کاروباری انسان کا بغور جائزہ لیا۔علامہ اقبال نے ہر قسم کے استعماری، سامراجی اور نوآبادیاتی سلاسل کے خلاف قلمی جہاد کیا ہے۔اکیسویں صدی میں کلام علامہ اقبال کا مطالعہ کرنے والے اس پیغام سے مستفید ہو کر دنیا کو اعلیٰ روحانی اقدار عطا کر سکتے ہیں۔

اقبال نے اِس بات کی تلقین کی کہ دوسروں کی تقلید کرنے کی بجائے اپنے مذہب اسلام کے اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

علامہ اقبال کے روحانی پیرومرشد مولانا رومؒ ہیں۔اقبال نے قرآن کی آیات کو اشعار میں سمو دیا۔علامہ اقبال کے خطوط برصغیر کے مسلمانوں کی حیات اجتماعی، سیاسی ،علمی اور دینی میں بڑے موثر مقام کے حامل ہیں۔آپ معاشرے میں تبدیلی لانا چاہتے تھے۔

اقبال کے فلسفہ انقلاب کی عمارت قرآن مجید سے اخذ کردہ مفاہیم پر استوار ہے۔اُن کی فکر کا سرچشمہ قرآن ہے۔اقبال نے قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا:

نسخہ اسرار تکوین حیات
بے ثبات ازقوتش گیرد ثبات
حرف اور ادیب نے
آلہ اس شرمندہ تاویل نے

’’ترجمہ: یہ کتاب وہ ہے جس میں ممکنات زندگی کے اسرار بیان کیے گئے۔اس کتاب کے باعث ناپائیداری کو پائیداری حاصل ہو جاتی ہے۔اس کے الفاظ کی سچائی شک وشبہ سے بالا ہے۔اس کتاب کا ایک لفظ بھی تحریف کا شکار نہیں ہوا۔

اس کی آیات میں کوئی انہونی بات بیان نہیں ہوئی جس کے معانی کی تاویل کرنی پڑے۔‘‘(۷)

آپ معاشرے میں اسلامی نظام حکومت کے خواہاں تھے۔عشق رسولؐ آپ کے فلسفہ انقلاب کی بنیاد ہے۔اقبال فرماتے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیٓن ،وہی طٰہٰ

اقبال کا دل مزدوروں کے لیے دھڑ کتا ہے۔وہ عظمت انسانی کے قائل تھے۔وہ ان کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کریں۔محنت سے اپنی منزل کو حاصل کر سکتے ہیں۔اپنے حقوق کے لیے لڑیں۔

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امرا کے درو دیوار ہلا دو
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہوروزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

حاصل کلام:

ڈاکٹر علامہ اقبال نے معاشرے کے اندر ایک نئی سوچ اور امنگ پیدا کی ہے۔اقبال نے انقلاب محمدؐ کی بنیاد رکھی۔آپ کے فلسفہ انقلاب کا ماخذ قرآن ہے۔عشق رسولؐ آپ کے دل میں راسخ ہے۔آپ رومی سے محبت کرتے ہیں۔آپ نے جاگیردارانہ نظام کے خلاف آواز اٹھائی اور مردمومن کی خصوصیات کو واضح کیا۔مزدور کے حق کے لیے آواز اٹھائی اور نوجوانوں کے اندر انقلابی سوچ پیدا کیا۔اتحاد مسلم کے لیے کوششیں کیں ہیں۔علامہ اقبال نے معاشرے میں،معاشی،سیاسی اور مذہبی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی۔

حواشی:

۱۔ فیروزالدین،مولوی، فیروزاللغات اُردو(جدید)،(لاہور:فیروزسنز،۲۰۱۱ء)ص:۸۵
۲۔ جمیل جالبی،قومی انگریزی اُردولغت،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۴ء)ص:۹۹۵
۳۔ خالدندیم،آپ بیتی علامہ اقبال،(لاہور:مغربی پاکستان،اُردواکیڈمی،۲۰۱۵ء) ص:۹۹
۴۔ نقشبندی،عبداللطیف خان،سوزسازِرومی(لاہور:ادارہ نشان منزل،۲۰۰۸ء)ص:۳۶
۵۔ محمداقبال،کلیات اقبال۔اردو،(لاہور:شیخ غلام علی اینڈسنز،۱۹۷۵ء)ص:۲۷،۱۰۶
۶۔ محمداقبال،کلیات اقبال اردو،(لاہور:شیخ غلام علی اینڈسنز،۱۹۹۵ء)ص:۱۸۰
۷۔ محمداقبال،کلیات اقبال فارسی،مترجم:میاں عبدالرشید(لاہور:غلام علی پرنٹرز،۱۹۹۲ء)ص:۲۶۸

☆☆☆